

مولانا فخر الدین زرداری

چودھویں صدی کے ایک متبحر عالم

ڈاکٹر شیخ عبداللطیف

چودھویں صدی عیسوی کا ہندوستان کئی اعتبار سے سلاطین دہلی کی تاریخ میں بڑی اہمیت اور دلچسپی کا حامل ہے۔ یہ زمانہ ہندوستان میں خاص طور سے علوم و فنون کی ترقی کے لئے ممتاز ہے۔ وہ صوفیاء و علماء جو اس دور کی سماجی اور علمی ترقی کے لئے مشہور ہیں ان میں مولانا فخر الدین زرداری ایک بلند مقام رکھتے ہیں پیش نظر مضمون فخر الدین زرداری کی حیات اور ان کے کارناموں کا ایک جائزہ ہے، جو ان کی خود کاری، علمی گہرائی اور صوفیانہ مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ مولانا ۱۲۱۲ھ میں مولانا فخر الدین کے آخری چچوڑھویں صدی کے شروع میں سامانہ کے ایک غیر معروف خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سامانہ میں ہوئی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی آئے اور وہاں انھوں نے مولانا فخر الدین کے مدرسوں کے مدرسوں میں داخلہ لیا۔ معاصر مورخین کے بقول مولانا ہنسوی دہلی کے معروف مدرس اور ایک معتبر عالم تھے۔ وہ فقہ اور حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے اور طلباء انھیں موضوعات کا آپ سے سبق لیا کرتے تھے۔ مولانا فخر الدین زرداری نے آپ سے فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ کا درس لیا اور بہت جلد فقہی علوم میں مہارت حاصل کر لی۔ ایسی مہارت کہ دہلی کے علمی حلقوں میں ان کی ذہانت، اعلیٰ فراست اور تدبر کا چرچا ہونے لگا۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی جو اکثر مولانا فخر الدین ہنسوی

لے لائحہ ہو قمر المجلد از محمد قلندر تصحیح پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۲۶۲ سیر الاولیاء از میر خوردا
مطبع محب ہند دہلی، ۱۳۲۲ھ ص ۲۶۳ و اخبار الاخبار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، کتب خانہ حمیرا، دہلی
ص ۲۹۹ س ۳ شیخ نصیر الدین (۱۲۶۱-۱۳۵۶ھ) اودھ کے رہنے والے تھے (بقیہ خانہ اگلے صفحہ)

کے مدرسہ آیا کرتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ مولانا ہانوی کے تمام شاگردوں میں فخر الدین زرداری اور ان کے ہم سبق امیران بزرگش نہایت ذہین اور ممتاز تھے۔

مولانا زرداری طالب علمی کے دور میں صوفیائے کرام اور ان کے نظریات سے سخت اختلاف رکھتے تھے۔ اور اکثر یہ کہا کرتے تھے: ”صوفی حضرات اپنی غلط باتوں کو معجزے سے تعبیر کرتے ہیں اور اسے اپنی معاش کا ذریعہ بناتے ہیں۔“

شیخ نصیر الدین کے بیان کے مطابق سلطان المشائخ بھی ان کے نشتر تنقید سے فرج نہ کر سکے۔ مولانا زرداری کے اس رویے سے شیخ نصیر الدین سخت پریشان تھے۔ انھوں نے اس مسئلہ پر ان سے بات کی اور کہا کہ سلطان المشائخ (شیخ نظام الدین) پر کسی تبصرہ سے پہلے وہ خود ان سے مل کر دیکھیں اور پھر جو رائے قائم کرنا چاہیں کریں۔ نصیر الدین چراغِ دہلی کی اس کوشش کے نتیجے میں بالآخر مولانا زرداری سلطان المشائخ سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک دن ان کی قیادت میں اپنے ہم سبق رفیق امیران بزرگش کے ساتھ سلطان المشائخ کی خانقاہ میں حاضر ہوئے سلام و تعارف کے بعد شیخ نے ان سے پوچھا کہ ”کیا پڑھ رہے ہیں“ مولانا زرداری نے جواب میں ہدایہ کا نام لیا اور اس کے سبق میں جہاں دشواری تھی اس کا ذکر بھی کیا اور درخواست کی کہ وہ ان نکات کو حل کر دیں۔ اس سلسلے کے جواب میں شیخ نے ایک مدلل تقریر کی، جس سے ان کے شبہات رفع ہو گئے اور وہ بے حد متاثر ہوئے۔

ان کے والد دہاں کے ایک دوست مندتا بڑھتے اور ادن کا کاروبار کرتے تھے تعلیم مکمل کر کے وہ دہلی آئے اور سلطان المشائخ کی صحبت اختیار کی۔ ان سے خلافت نامہ حاصل کیا اور پھر ان کے جانشین بن کر ہوئے۔ معاصر مورخین کے بموجب وہ ایک ممتاز صوفی اور چودھویں صدی میں چشمہ سلسلہ کے قائل تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ غیر الجہاں، صفحات ۲۸-۲۷۔

۱۷ سیر الادبیات ۲۷۲، ۱۷ البشائر ۱۷۵، ایضاً وغیرہ الجہاں، ص ۶۳
 ۱۷ سیر العارفین، از درویش علی (روڈو گرانڈ) شبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ص ۹۴
 ۱۷ ایضاً ص ۲۷۲، ۱۷ ایضاً ص ۲۷۲

اس ملاقات کا مولانا زرادای پر ایسا گہرا تاثر قائم ہوا کہ وہ سلطان المشائخ کی علمی قابلیت اور روحانیت کے قائل ہو گئے۔ اس کے فوراً بعد وہ ان کے مریدوں کی صف میں شامل ہو گئے اور پھر خلافت کے منصب سے نوازے گئے۔ شیخ سے تعلق کے بعد ان پر روحانیت کا غلبہ ہو گیا انھوں نے طے کیا کہ وہ کوئی سرکار یا عہدہ قبول نہیں کریں گے۔ بعض باتیں شرعی نقطہ سے کھلتی بھی ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ وہ عشقِ خدا میں منہمک ہو گئے اور اس کے لئے سخت ریاضتیں کیں۔ یا یہ کہ وہ سلطان المشائخ سے اس قدر متاثر تھے کہ ماں کے اصرار کے باوجود شادی نہیں کی اور شیخ کی طرح تا عمر مجرد رہے۔ یا یہ کہ جیسا کہ آگے ہم بیان کریں گے وہ سماع کے جواز کے قائل تھے۔ وغیرہ۔ سوانح نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ روحانیت کے حصول کے لئے انھوں نے اپنے تمام اوقات لگا دیئے، ہم سبقوں کی صحبت چھوڑ دی، اپنی کتابیں اور دیگر مسودے ان کے حوالے کر دیئے اور مونیوں کے ساتھ رہنے لگے۔ لیکن یہ بات کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ جو چیز انھیں دیگر چستی بزرگوں سے نمایاں کرتی ہے وہ ہے ان کی علمی خدمت۔ دہلی کے تعلیم یافتہ حلقے میں ان کا شمار ایک تجربہ کار اور محبت کرنے والے استاد کی حیثیت سے ہوتا تھا۔ وہ حدیث، فقہ اور نحو و صرف کے اچھے استاد تھے۔ اور ہمیشہ ان علوم کی ترقی کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ ملک اور غیر ملک سے علم کے متلاشی ان سے حصول علم کے لئے دہلی آتے تھے۔ ایک مرتبہ بغداد کے ایک عالم بغدادی جو مالکی مسلک سے تعلق رکھتے تھے دہلی آئے اور مولانا سے ملاقات کی اور بطور ہدیہ انھیں دو کتابیں — صحیح البحرین اور تشریح مالکی پیش کیں۔ دوسری کتاب اس سے پہلے دہلی کی علمی دنیا میں غیر معروف تھی۔ عالم بغدادی ذی علم تھے اور تشریح پر اچھی نظر رکھتے تھے۔ انھوں نے مولانا سے تشریح مالکی کے منہا جاتی پہلو پر جو اس کے مصنف نے استعمال کیا تھا ایک طویل بحث کی۔ میر خورشید لکھتے ہیں کہ اس مذاکرہ کے بعد مولانا زرادای

بلہ ایضاً ص ۲۴۳ - ۲۴۵ ایضاً ص ۲۴۵ - ۲۴۷ ایضاً ص ۲۴۵ - ۲۴۷ ایضاً ص ۲۴۵
 ۲۴۶، غیر المجالس صفحات ۶۲ - ۶۴، سیر العارفين ص ۹۴ - ۹۵ سیر الاولیاء
 صفحات ۲۴۶ - ۲۴۸ - ۲۴۹ ایضاً ص ۲۴۹

نے تصریف مالکی پر ایک تفصیلی حاشیہ تیار کیا تھا جو اپنے طرز کی پہلی کوشش تھی۔ عالم انبغادی نے جو سوال پوچھے تھے مولانا نے ان کا جواب اس خوش اسلوبی سے دیا تھا کہ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور وہ بہت خوش ہوئے۔ مولانا کن الدین اندپتی کہتے ہیں۔ یہ پہلے متعلم تھے جن کو مولانا نے تصریف مالکی پڑھایا۔

بحیثیت معلم

مولانا کو لکھنے پڑھنے سے فطری لگاؤ تھا اور وہ شروع ہی سے اس میں غیر معمولی دلچسپی لیتے تھے۔ پوری زندگی معلم کے حصول اور اس کی خدمت میں صرف کر دی۔ وہ اپنے مبعوض عزیزوں کے برخلاف ایک ممتاز مدرس اور لائق مصنف تھے۔ میر خورشید لکھتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ میں استاد تھے۔ یہ مدرسہ سلطان المشائخ کی رہائش گاہ کے بہت قریب تھا۔ مولانا کے پسندیدہ موضوعات صرف حدیث اور فقہ تھے جن کا وہ درس دیتے تھے۔ بہت سے لوگ ان سے فیض یاب ہوئے مگر ان کے جو شاگرد بحیثیت صوفی اور عالم کے مشہور ہوئے ان میں قابل ذکر یہ ہیں :-

شیخ انبی سراج الدین عثمان لکھنوتی (بنگال) کے متوطن تھے کم عمری میں دہلی آئے اور سلطان المشائخ کی خانقاہ میں رہنے لگے۔ روحانیت میں دلچسپی رکھتے تھے لیکن سلطان المشائخ نے علم کی کمی کی وجہ سے ان کو خلافت نامہ دینے سے انکار کر دیا۔ مولانا زرداری ان کے پیر بھائی تھے اور ان کی علمی طلب اور ذہانت جس کا وہ خانقاہ میں اکثر اپنے الطوار سے انہماک کرتے تھے، واقف تھے۔ اپنے کم عمر ساتھی پراہیض ترس آیا اور وہ انھیں پڑھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ مولانا خضر الدین زرداری نے فرمایا "میں اسے چند مہینے میں دانشمند کامل بنا دوں گا" ان طرح شیخ سراج الدین نے کبرنی میں پڑھا شروع کیا۔ اپنے عہد کے مطابق مولانا زرداری نے

۱۔ ایضاً ص ۲۷۸ ۲۔ ایضاً ص ۲۷۷-۲۷۸ ۳۔ سیرت النبیین ص ۹۷ ۴۔ سیرت الاولیاء ص ۱۵۵

۵۔ ایضاً ص ۲۷۸ ۶۔ اخبار الاحبار ص ۹۲

اس قدر توجہ کے ساتھ انھیں پڑھایا کہ وہ چھ ماہ کے اندر دانش مند کی سند کے لائق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے خود ان سے مختلف موضوعات پر سوال پوچھے اور جب مطمئن ہو گئے تب انھیں خلافت نامہ عطا کیا۔ مولانا رکن الدین انڈیٹی کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ مولانا زرداری کے ہونہار شاگرد اور سلطان المشائخ کے خلیفہ ہیں۔ ان کا شمار دہلی کے اچھے استادوں میں ہوتا ہے۔ شیخ قطب الدین دیر سلطان محمد تغلق کے دربار میں ملازم تھے۔ یہ مولانا زرداری کے شاگرد اور سلطان المشائخ کے ممتاز مرید تھے۔ شیخ دیر کو مولانا سے بعد لگاؤ تھا۔ میر غفور کے مطابق ایک بار جب سلطان محمد تغلق نے مولانا زرداری کو دربار میں طلب کیا اور ان کو رومو کرنا چاہا تو دیر نے درباری آداب اور سلطان کی خستہ کاری کی پروا کئے بغیر ان سے والہانہ عقیدت کا اظہار کیا اور ان کی حفاظت کی پوری کوشش کی۔

مولانا زرداری ایک ماہر استاد ہی نہیں بلکہ ایک متبحر عالم اور اچھے مصنف بھی تھے۔ ان کی پہلی تصنیف غالباً تصریف مالکی پر حاشیہ کی تکمیل ہے۔ اس کے بعد انھوں نے صرف شامی تیار کی جو عربی قواعد پر ایک نایاب رسالہ ہے۔ ان کے علاوہ مولانا نے سماع کی مدافعت میں ایک رسالہ اصول السماع مرتب کیا تھا۔ اس رسالہ میں مولانا نے سماع کے مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اسے قرآن اور حدیث کی روشنی میں جائز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولانا کی علمی سرگرمی محض حدیث اور فقہ کی تدریس تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ وہ علم طب وغیرہ جیسے علوم عقلیہ سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ انھیں علمی مناظروں میں شرکت کا بھی بڑا شوق تھا۔ ایک بار انھوں نے دہلی کے مشہور عالم فقیہ مولانا دجیبہ الدین پاملی سے بزودی کے فقہی نکات پر بحث کی۔ اس مناظرے نے بڑا طویل کھینچا۔ مولانا دجیبہ الدین پاملی جن مقدمات پر تقریر

۱۰ ایضاً ص ۲۹۹ ۱۱ ایضاً ص ۲۷۷ - ۲۷۸ ۱۲ ایضاً ص ۲۹۹، مولانا رکن الدین انڈیٹی نے

بھی اپنے استاد مولانا فخر الدین زرداری کے ساتھ شیخ سراج الدین عثمان کو کافی مفصل، تدریسی اور مجمع البحرین پڑھایا تھا۔ ۱۳ ایضاً ص ۲۸۲ ۱۴ ایضاً ص ۲۷۷ - ۲۷۸ ۱۵ اس رسالہ کو مولانا زرداری نے اپنے شاگرد

شیدخ سراج الدین عثمان کیلئے تیار کیا تھا اور اس کا نام انھیں کے نام پر رکھا تھا۔ سیر الادبیات ص ۲۹۵ - ۲۹۶ ۱۶ ایضاً ص ۲۷۹، یہ کتاب طبع سلم پریس حیدرآباد سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔

کرتے تھے مولانا فخر الدین نہایت اطمینان اور حسن عبادت کے ساتھ ان کے پیش کردہ مقدمات کو رد کر دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بڑی مجلس میں جس میں سلطان المانشخ، مولانا شمس الدین بنبہ اور ان کے دونوں بھائی سید تقمان اور سید داؤد موجود تھے، مولانا زرا دی نے بلی قواعد اور اصول پر ایسی مدلل تقریر کی کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ ایک مرتبہ دہلی کے کچھ علماء نے سماع کے موضوع پر مناظرہ کیا اور انھیں بھی اس مجلس میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ مناظرہ کافی دیر تک چلتا رہا مگر علماء اس کی حلت و حرمت پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکے۔ آخر کو مولانا زرا دی لٹھے اور علماء سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سماع کی حلت و حرمت جس پہلو پر بھی وہ راضی ہوں وہ اسے ثابت کر دیں گے۔ یعنی وہ اپنے زور استدلال سے اس کی حرمت ثابت کر سکتے ہیں اور حلت بھی لٹھے

مولانا فخر الدین اور سلطان محمد تغلق

مولانا فخر الدین زرا دی اور سلطان محمد تغلق کے تعلقات پر ایک نظر ڈالنے سے ایک طرف تو علماء کی خودداری اور سلطان کی طرف ان کے جمانات کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف سلطان کی دینی فطرت، علماء سے سلوک اور اس کی سیاسی حکمت عملی کا اندازہ ہوتا ہے معاصر مصنف میر خورشید کے مطابق جب سلطان محمد تغلق دہلی کی آبادی کو دولت آباد (دیوگیسر) منتقل کرنے کی فکر میں مبتلا تھا اور ساتھ ہی ترکستان اور خراسان کو زیر و زبر کرنے اور چنگیز خاں کے خاندان کو تہ تیغ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا تو اس نے دہلی اور اس کے اطراف میں رہنے والے تمام صدور و اکابر کو طلب کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو سلطان نے ایک عظیم الشان خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تاکہ اس میں دربار کر سکے اور رائے عامہ کو فخر سے جہاد کے لئے جوار کر سکے۔ دہلی کے جو اکابر اس جلسہ میں شریک ہوئے ان میں مولانا زرا دی، مولانا شمس الدین بنبہ اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا ذکر خاص طور سے آتا ہے۔

شیخ قطب الدین دبیر جو مولانا زراودی کے عزیز اور محترم شاگرد تھے اور اپنے استاد کی طبیعت سے واقف تھے جب انھیں دربار میں آتے دیکھا تو اپنی قیادت میں ان کو لے کر دربار کی طرف بڑھے۔ چلتے وقت مولانا نے دبیر سے کہا کہ ”مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا سراں شخص (یعنی سلطان) کے سامنے گردیں لپٹا پڑا ہے۔ میں اس کا کوئی لہجہ نہیں کر دوں گا اور وہ میری جان نہیں بچھتے گا۔“ بادل ناخواستہ شیخ دبیر کی رہنمائی میں مولانا جیسے ہی دربار پہنچے اور جو تے اتار کر سلطان کے سامنے آئے ویسے ہی دبیر نے مولانا کے جو تے اٹھا کر اپنے نبل میں دبالیے اور دربار کے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ سلطان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر خاموش رہا۔ بات شروع ہوئی تو سلطان نے مولانا سے اپنی مہم کا ذکر کرتے ہوئے کہا ”میں جنگیز خاں کے خاندان کو تباہ کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ اس کام میں میرا تعاون کریں گے؟“ مولانا نے جواب دیا ”انشار اللہ“ سلطان نے فوراً اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ ”شک کا کلمہ ہے“ مولانا نے اس کلمے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مستقبل کے لئے یہی آتا ہے اس جواب کو سن کر سلطان بہت یسیر و تاب کھایا مگر اپنے غیض و غضب کو کم کرتے ہوئے موضوع سخن بدلا اور کہا کہ آپ مجھے کچھ اچھا مشورہ دیں تاکہ میں اس پر عمل کروں۔ مولانا نے فرمایا ”غصہ نکل جاؤ“ سلطان بولا ”کون سا غصہ؟“ انھوں نے جواب دیا ”سبھی غضب کو“ (درندوں کا غصہ) یہ سن کر سلطان اس قدر غضبناک ہوا کہ سزا سہمی کے باوجود غصہ کے آثار اس کے چہرے سے زائل نہ ہو سکے۔ اس کے بعد سلطان نے کھانے کا حکم دیا۔ دسترخوان سجایا گیا تو سلطان مولانا کے ساتھ ایک ہی طباق میں کھا اٹھانے لگا۔ سلطان کے ساتھ کھانے سے مولانا کی طبیعت، اس درپردہ منغض اور مکدر ہوئی کہ سلطان نے مجھ کو سکرایا اور پھر اس نے ہڈیوں سے گوشت چھڑا چھڑا کر مولانا کے سامنے رکھنا شروع کیا اور وہ بادل ناخواستہ کھانا تناول کرتے رہے۔ کچھ اے کے بعد مولانا شمس الدین بیکھی اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سلطان سے ملنے کے لئے دربار میں لائے گئے۔

جب علماء دربار سے رخصت ہونے لگے تو سلطان نے ان بزرگوں کے لئے الگ الگ ایک صوف کا جامہ اور ہر ایک کو روپے کی ایک تھیلی پیش کرنے کا حکم دیا۔ ان بزرگوں نے خلعت اور روپیہ کی تھیلی ہاتھ میں لی اور رخصت ہو گئے۔ مگر جب مولانا زراذی کی باری آئی تو قبل اس کے کہ ان کے ہاتھ میں جوڑا اور روپیہ کی تھیلی دیں، شیخ دبیر نے ہاتھ بڑھا کر خلعت اور روپے کی تھیلی خود نے لی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مولانا اس خلعت اور تھیلی کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ اور اس سے سلطان کو انھیں رسوا کرنے کا بہانہ مل جائے گا۔

الغرض جب سارے مہمان دربار سے چلے گئے تب سلطان عقاب امین لہجے میں دبیر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ”اے فریب کاریہ کسی لغو اور بے جا حرکتیں تجھ سے ظہور میں آئیں۔“ پہلے تو تو نے فخر الدین زراذی کی جوتیاں اپنے نفل میں دبائیں اور پھر ان کی خلعت اور روپیہ کی تھیلی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس طرح تو نے انھیں مری تیغ جہاں سوز سے بچا دیا اور اپنی جان کے لئے خطرہ مول لے لیا۔ شیخ دبیر نے جواب دیتے ہوئے کہا ”وہ میرے استاد اور مجدد خلیفہ میں یہ میرا فرض ہے کہ ان کی جوتیاں تعظیماً سر پر رکھوں چہ جائے کہ نفل میں بھی نہ رکھوں۔“ اس واقعہ کے بعد سلطان کا دل مولانا کی طرف سے کبھی صاف نہ ہوا اور وہ مستقل ان کو پریشان کرنے کی فکر میں لگا رہا۔ میر خور د کا بیان ہے کہ جب کبھی مولانا زراذی کا ذکر سلطان کی مجلس میں ہوتا وہ دست حرست مل کر کہتا ’افسوس فخر الدین زراذی مری تیغ کے نیچے سے جان سلامت لے گئے۔‘

دہلی کے علماء اور صوفیاء پر سلطان کی طرف سے برابر یہ دباؤ پڑ رہا تھا کہ وہ دہلی سے جا کر دیوگیر (دولت آباد) میں آباد ہوں اس وقت فخر الدین بھی دہلی چھوڑ کر دیوگیر میں آباد ہو گئے۔ کچھ دنوں وہاں رہنے کے بعد انھوں نے حج کا ارادہ کیا اور اپنی اس چاہت کا اظہار اپنے ہم مکتب قاسمی کمال الدین، جو اس وقت دیوگیر کے صدر جہاں اور وہاں دینی امور کے سربراہ تھے، سے کیا۔ مگر کمال الدین نے سلطان کی اجازت کے بغیر حج کا سفر نہ اختیار

کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ان حالات میں مکہ کا سفر سلطان کی پالیسی کے خلاف ہے۔ کیوں کہ سلطان دیوگیر کو ایک اہم اسلامی مرکز کی حیثیت سے دیکھنے کا خواہش مند ہے جہاں علماء، مشائخ اور صدور معارف موجود ہوں۔

قاضی کی اس بات کا مولانا پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ حج کے سفر کی کوشش میں لگے رہے۔ حن اتفاق سے مولانا کے ایک بھتیجے جو اس وقت بہیتوں میں رہتے تھے انھیں ایک تقریب میں شرکت کے لئے بہیتوں آنے کی دعوت دی اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ دیوگیر سے بہیتوں کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں کچھ دن رکنے کے بعد وہ کوکن تھانہ گئے جو شہر بہیتوں سے قریب بحر عرب کے ساحل پر واقع ہے۔ اور پھر وہاں سے متنائے حج کی تکمیل کے لئے جہاز سے مکہ کا سفر اختیار کیا۔ مگر پہنچ کر حج کے فرائض پورے کئے اور اس کے بعد بغداد کے لئے روانہ ہو گئے بغداد میں اکابر دین نے ان کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا اور ان سے علم حدیث پر تبادلہ خیال کیا۔ وہاں سے مولانا وطن کے لئے روانہ ہوئے مگر اس جہاز پر جس کے ذریعہ مولانا دہلی آ رہے تھے، کثرت سے شاہی مال جو غالباً بغداد سے دہلی آ رہا تھا لدا ہوا تھا، بوجھ کی زیادتی سے جہاز کا توازن قائم نہ رہ سکا اور وہ مع مال اور مسافروں کے غرق ہو گیا۔ اور مولانا جاں بحق ہو گئے۔

۱۰ ایضاً ۲۸۴ ۱۱ ایضاً ۲۸۵ ۱۲ ایضاً

تفصیلات متعلقہ فارم

۱۔ مقام اشاعت:	۱۔ نام ادارہ پتر الکریم: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔	۲۔ وقفہ اشاعت:	۲۔ سید جلال الدین عمری تصدیق کرتا ہوں کہ جو تفصیلات اد پر دی گئی ہیں میرے علم و یقین کی حد تک صحیح ہیں۔
۳۔ پرنٹر/پبلشر/ڈیزائنر:	۳۔ سید جلال الدین عمری	۴۔ قیمت:	۴۔ ہندوستانی
۵۔ پتہ:	۵۔ پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ	۶۔ دستخط:	۶۔ سید صدر الدین عمری